© rasailojaraid.com

پروفیسر ظہور احمد اظہر

عباس محمود العقاد

جدید عربی شاعری کا آغاز اگرچہ نشاۃ ثانیہ کے شعرا محمود سامی البارودی، احمد شوقی، حافظ ابراہیم اور خلیل مطران کے ہاتھوں ہو چکا تھا جو تاریخ ادب میں "شُعَرَاءُ النَّهْضَةِ الحَدِيْثَةِ" یا نشاۃ جدیدہ کے شعرا کہلاتے ہیں، مگر حقیقی معنی میں عربی شاعری میں جدت پیدا کرنے کا سہرا نئی پود کے ان شعرا کے سر ہے جو "شُعَرَاءُ الجِيْلِ الجَدِيْد" یا نئی پود کے شعرا کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ عباس محمود العقاد اس جماعت کے بانی اور سرخیل تھے۔

داستانِ حیات

جدید عربی ادب کا یہ بے مثال شاعر اور نثر نگار ۱۸۸۹ء میں بالائی مصر کے ایک قصبہ "اسوان" میں پیدا ہوا۔ باپ مصری النسل تھا مگر ماں کُردی نسل سے تعلق رکھتی تھیں۔ قدرت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ جس شخص کو جدید عربی شاعری اور نثر نگاری کا امام بننا اور علوم و معارف کا انسائیکلوپیڈیا کہلانا تھا وہ باقاعدہ تعلیم میں پرائمری کے درجے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ "مشاہیر شعراء العصر" کے مصنف احمد عبید کی درخواست پر ۱۹۲۲ء میں عقاد نے اپنی داستانِ حیات خود لکھ کر انھیں ارسال کی، جو یہ ہے:

"میں ۱۸۸۹ء کے موسم گرما میں اسوان کے شہر میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیم اپنے اسی شہر کے سرکاری مدرسے سے ۱۹۰۳ء میں مکمل کی۔ والد محترم مجھے ابتدائی تعلیم کے دوران ہی شیخ احمد الجداوی کی مجالس میں ساتھ لے جاتے تھے جو ایک ممتاز ادیب اور صاحبِ طرز ادیب تھے اور جامعہ ازہر کے ان فضلا میں سے تھے جو سید جمال الدین افغانی کے قیام مصر کے دوران میں ان سے وابستہ رہے اور ان سے مستفید ہوتے رہے۔ میں ان سے متفرق اشعار، مقاماتِ حریری اور چیدہ چیدہ قصائد سنا کرتا تھا اور متقدمین و متاخرین کے نوادر جب ان کے دلچسپ پیرایۂ بیان میں سنتا تو خوب محظوظ ہوتا اور اس سے میرے دل میں کتبِ ادب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں جو کتاب سب سے پہلے میرے ہاتھ لگی وہ تھی "اَلْمُسْتَطْرَف فی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کُلّ فنٍّ مُستظرف" اس کے علاوہ مصری شاعر البہاء زہیر کا دیوان الف لیلہ ولیلہ، بستانی کے "دائرۃ المعارف" کی ایک جلد اور عبداللہ ندیم کے رسالہ "الاستاذ" کے بعض شمارے بھی مجھے پڑھنے کے لیے مل گئے۔ ان کے مطالعہ سے میری علمی تشنگی میں اور بھی اضافہ ہوگیا اور اب میں عربی اور انگریزی ادب کی کتابوں کے مطالعہ میں منہمک ہوگیا اور ساتھ ہی شعر گوئی کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ میں نے بچپن میں جو قصائد نظم کیے تھے ان میں سے بعض قصائد کے تھوڑے تھوڑے اشعار تو اب تک بھی یاد ہیں۔ دس سال کی عمر میں علوم کی فضیلت میں میں نے ایک قصیدہ کہا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:

علم الحساب له مزایا جمة ۔۔۔ وبه یزید المرء فی العرفان

وکذلک الجغرافیا تهدی الفتی ۔۔۔ لمسالك البلدان والسودیان

وتعلم القرآن واذکر ربه ۔۔۔ فالنفع کل النفع فی القرآن

"علم حساب کی بڑی خوبیاں ہیں۔ اس سے انسان کا علم و عرفان بڑھتا ہے
اسی طرح جغرافیہ بھی ملکوں اور وادیوں کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے۔
قرآن سیکھو اور پروردگار کو یاد کرو۔ نفع اور بھلائی ساری قرآن میں ہے۔"

اسوان کے پرائمری اسکول سے فراغت کے بعد میں باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ البتہ ایک ٹیکنیکل اسکول میں برقیات اور طبیعیات کے کچھ اسباق پڑھے تھے۔ اگرچہ بعض مشکلات کے باعث میں حسب خواہش تعلیم مکمل نہ کرسکا مگر مجھے اس بات کا کوئی افسوس نہیں۔

میں نے مختلف محکموں میں سرکاری ملازمت کرنے کی بھی کوشش کی تھی مگر ہر جگہ سے استعفیٰ دینا پڑا۔ بات یہ تھی کہ ایک تو مجھے ملازمت کرنے کی بھاری ذمہ داریوں اور پابندیوں سے نفرت ہے اور بعض اوقات بیماری کے باعث علاج معالجہ کے لیے ملازمت ترک کرنا پڑی۔

صحافی زندگی کا آغاز میں نے استاد فرید وجدی کے اخبار "الدستور" سے کیا اس کے بعد "المؤید" "الاھالی" اور "الاہرام" میں وقتاً فوقتاً لکھتا رہا ہوں۔ اس اثنا میں مجھے کبھی قاہرہ اور کبھی اسوان میں تدریس کا کام بھی کرنا پڑا۔ اس وقت یہ سطور میں اسوان ہی سے آپ کو لکھ کر بھیج رہا ہوں جہاں ڈیڑھ سال سے ایک مرض کے باعث سب مشاغل ترک کرکے مقیم ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحافتی زندگی

پہلی جنگِ عظیم کے خاتمہ تک عقاد اپنے دوست اور مشہور شاعر و ادیب عبدالقادر مازنی کے ساتھ تدریس میں مشغول رہے اور ساتھ ساتھ ادبی تحریک کی قیادت بھی کرتے رہے۔ اپنے سے پہلے شعرا پر تنقید کرتے رہے۔ مگر جونہی جنگ ختم ہوئی تو عقاد اور مازنی تدریس کو چھوڑ کر صحافت کے میدان میں داخل ہو گئے اور جماعت کے اخبار "البلاغ" میں لکھنا شروع کر دیا۔ اس موقع پر "حزب الاحرار" کے جریدہ "السیاسۃ" میں لکھنے والے ادیبوں، خصوصاً طٰہٰ حسین اور محمد حسین ہیکل کے درمیان اور عقاد کے درمیان ٹھن گئی اور اس طرح مصر کے صحافتی آسمان پر وہی فضا چھا گئی جس کا نمونہ مولانا ظفر علی خان اور ان کے حریفوں کے درمیان سابق پنجاب کی صحافت نے دیکھا۔ اس نوک جھونک سے عربی ادب میں سیاسی مضمون نگاری کا ایک شاندار سرمایہ جمع ہو گیا۔

مصر کی تاریخ میں وزیر اعظم صدقی پاشا (۱۹۳۰-۱۹۳۴) کا دور تاریک ترین باب ہے۔ اس عہد میں مصری قوم نے جو ظلم و استبداد اور دغا بازی اور استحصال دیکھا اس کی مثال عہدِ فراعنہ میں بھی مشکل سے ملے گی۔ صدقی پاشا کے خلاف نعرۂ حق بلند کرنے والوں میں عقاد پیش پیش تھے اور انھوں نے اپنی کتاب "الحکم المطلق فی القرن العشرین" میں آمریت پر ایک کاری ضرب لگائی ہے۔

سیاست میں عملی حصّہ

کچھ عرصہ تک عقاد عملی سیاست سے بھی وابستہ رہے اور پارلیمنٹ کے ممبر بھی منتخب ہوئے مگر پارلیمنٹ کے پہلے ہی اجلاس میں بادشاہ کے خلاف بڑی زبردست تقریر کی اور جب وہ اسمبلی ہال کے دروازے سے نکل رہے تھے تو گرفتار کر کے جیل بھیج دیے گئے جہاں ایک سال کے قریب قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ رہائی کے بعد وہ تصنیف و تالیف میں منہمک ہو گئے اور مسلسل اخبارات میں بھی لکھتے رہے اور مارچ ۱۹۶۴ء تک (تادمِ واپسیں) یہ سلسلہ جاری رہا۔ عقاد نے صدر ناصر کے انقلاب کے بارے میں کبھی کچھ نہیں لکھا، ۱۹۶۰ء میں انھیں ادب کے میدان میں شاندار کارنامے انجام دینے پر حکومت کی طرف سے انعام دیا گیا۔ جب وہ سٹیج پر صدر ناصر سے انعام وصول کرنے کے لیے آئے تو کسی نے طنزیہ انداز میں کہا کہ: جناب صدر! انھوں نے آپ کے انقلاب کی کبھی تائید و تعریف نہیں کی۔ اس پر صدر ناصر نے جواب دیا: مگر ہم تو ان کے کارناموں کے مداح ہیں اور ان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتراف کرتے ہیں۔ عقاد کی وفات کے بعد ان کی ذاتی ڈائری سے یہ انکشاف ہوا کہ وہ صدر ناصر کے انقلابی کارناموں کے دل سے مداح تھے لیکن کھلے الفاظ میں اس کی تائید و تعریف اس لیے نہ کی کہ ایک تو حکومتِ وقت کی ثنا خوانی مردانِ حُر کا شیوہ نہیں۔ دوسرے اگر وہ تعریف کریں بھی تو اسے منافقت اور خوشامد کا نام دیا جائے گا۔ اس لیے انقلاب کے بعد مسلسل بارہ سال تک صدر ناصر کے کارنامے دیکھتے رہے، مگر ان کی تعریف میں ایک لفظ تک نہ کہہ سکے۔

شخصیت کے چند پہلو

فکر کی گہرائی اور منطقی استدلال کی بے پناہ قوت عقاد کی شخصیت کی ممتاز خوبی ہے۔ شعر و نثر کی تمام کاوشوں میں فکر کی گہرائی اور تخیل کی بلند پروازی منطقی استدلال کے ساتھ ساتھ چلتی ہے اور اس منطقی استدلال میں اتنی بے پناہ قوت اور کشش ہوتی ہے کہ قارئین مصنف کے ساتھ ان تمام گہرائیوں میں اُترنے اور ان تمام بلندیوں پر پہنچنے کے لیے بخوشی تیار ہو جاتے ہیں جہاں وہ انھیں لے جانا چاہیے۔

عقاد کی شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ علمی و ادبی مسائل میں ہمیشہ ایک مضبوط اور غیر متزلزل موقف اختیار کرتے ہیں اور اپنی رائے پر بڑی سختی سے ڈٹے رہتے ہیں اور اپنے موقف اور رائے کا دفاع اور حفاظت اس طرح کرتے ہیں جس طرح ایک خود دار عرب اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرتا ہے۔ انھوں نے اپنے اسی مضبوط موقف کی بدولت بڑے بڑے علمی معرکے سر کیے ہیں اور ان کے مقابلے میں جو بھی آیا اسے ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔

عقاد نے شادی نہیں کی۔ تمام عمر تجرد کے عالم میں گذار دی۔ عقاد کے بعض معاصرین کی رائے یہ ہے کہ آغازِ جوانی میں محبت کی ناکامی نے انھیں عمر بھر تجرد اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ان کے غیر فانی شاہکار ناول "سارہ" کی ہیروئن دراصل ان کی محبوبہ ہے، ایک مرتبہ کسی دوست نے اس داستانِ عشق سے پردہ اٹھانے کے لیے ان سے سوال کیا کہ "کیا واقعی عشق میں ناکامی نے آپ کو تجرد پر مجبور کر دیا ہے؟ اور اگر درست ہے تو پھر اس ظالم کا نام کیا تھا جس نے یہ جسارت کی"؟ عقاد نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا اور خاموش ہو گئے:

جُنِنَّا بِلَيْلَىٰ وَهِيَ جُنَّتْ بِغَيْرِنَا وَأُخْرَىٰ بِنَا مَجْنُونَةٌ لَا نُرِيْدُهَا

"ہم لیلیٰ کے دیوانے ہیں اور وہ کسی اور کی دیوانی ہے۔ ایک اور بھی ہے جو ہم پر فریفتہ ہے مگر ہم اسے نہیں چاہتے!"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عقاد جب تک زندہ رہے اپنا کھانا اکثر اپنے ہاتھ سے تیار کرتے رہے حالانکہ وہ بیسیوں نوکر رکھ سکتے تھے کیوں کہ ہزاروں روپے انھیں سالانہ رائلٹی ملتی تھی مگر یہ رقم یا تو وہ غریب طالب علموں اور بیواؤں پر صرف کرتے رہے اور یا ادباء و شعراء کی ضیافتوں اور خاطر تواضع میں خرچ کرتے رہے۔ ان کا گھر ایک اچھی خاصی علمی مجلس تھا جہاں ہمیشہ ادبا و شعراء کی بہت بڑی تعداد جمع رہتی جو مختلف موضوعات علوم و آداب پر ان سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔

یہ ایک قدیم تصوّر ہے کہ شعر و نثر ایک ہی شخصیت میں شاذ و نادر ہی جمع ہو سکتے ہیں مگر عقاد اس قاعدے سے مستثنیٰ نظر آتے ہیں۔ وہ جدید عربی شاعری میں تجدد کا بانی اور ایک خاص شعری مکتب فکر کا امام ہے اسی طرح جدید عربی نثر میں بھی وہ اپنی مثال آپ ہے بلکہ نثر کے متنوع موضوعات جو عقاد کے ہاں ملتے ہیں وہ کسی اور کے ہاں نظر نہیں آتے انھوں نے افسانوی ادب میں کئی ایک شاہکار ناول اور افسانے بھی پیش کیے ہیں اور تاریخ، جغرافیہ، ادب و لغت، سوانح و سیرت، ثقافت و تمدن، جنسیات و نفسیات، فلسفہ و تصوّف، حتیٰ کہ ریاضیات اور جدید سائنس کے مسائل پر بھی قلم اٹھایا ہے اور ہر موضوع کا پورا پورا حق بڑی کامیابی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ ادبی اور معاشرتی موضوعات پر تنقیدی مقالات کا جو ذخیرہ انھوں نے اپنی یادگار چھوڑا ہے وہ اپنی وسعت اور قیمت و اہمیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ مصر کے عوام اور خواص بجا طور پر انھیں علوم و معارف کا موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس لقب کے پورے پورے مستحق ہیں۔

نثر نگاری

عباس محمود العقاد جدید عربی نثر کا ایک اہم ستون ہے۔ وہ ایک منفرد اسلوب نگارش کے مالک ہیں۔ عقاد کی نثری کاوشوں نے عربی نثر کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ قدیم عرب نثر نگاروں اور انگریزی نثر کے گہرے مطالعہ کے بعد انھوں نے ایک نیا اور منفرد نثری اسلوب پیش کیا ہے بلاغت و روانی، زورِ بیان، شوکت الفاظ اور طریقۂ اظہار کی باریکی اور نزاکت عقاد کے نثری اسلوب کے ممتاز خصائص میں سے ہے لیکن عقاد ان لوگوں میں سے نہیں جو افکار و معانی پر قادر نہ ہونے کے عیب کو لفظی سکے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ البتہ وہ یہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ بے ساختہ بندش اور الفاظ کی تراکیب میں ہم آہنگی اور موسیقیت بھی موجود ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوانح نگاری اور تنقید

یوں تو عقاد نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے لیکن سوانح نگاری اور تنقید کے میدان میں انھوں نے بڑا کام کیا ہے۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت مسیح علیہ السلام پر انھوں نے دو عمدہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت بلالؓ، حضرت خالدؓ اور کئی ایک شعرا، ادبا، فلاسفہ اور ممتاز شخصیات پر کتابیں لکھی ہیں جو سوانح نگاری کے عمدہ نمونے تصور کیے جاتے ہیں۔

تنقید کے میدان میں بھی عقاد ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ جدید عربی تنقید میں دو مختلف مکتب فکر بہت مقبول ہیں ان میں سے ایک عقاد کا مکتب فکر ہے اور دوسرا ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا مکتب فکر ہے اول الذکر تحلیل نفسی کو پسند کرتا ہے جبکہ موخر الذکر تحلیل اجتماعی کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اسی طرح اول الذکر مکتب فکر کے اثرات جدید عربی شاعری پر زیادہ نمایاں ہیں مگر موخر الذکر مکتب فکر کے اثرات نثری ادب تک محدود ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ طٰہٰ حسین کے فکر کا سرچشمہ فرانسیسی ادب ہے لیکن عقاد انگریزی ادب اور تنقید سے زیادہ متاثر ہے اور یہ تو معلوم ہے کہ فرانسیسی ادب میں نثر کا پلہ بھاری ہے مگر انگریزی ادب میں شعر نثر پہ غالب ہے اس لیے جدید عربی ادب پر مغربی اثرات کے ردعمل کی نوعیت بھی یہی ہے۔

عقاد نے کوئی باقاعدہ تنقیدی اصول وضع نہیں کیے کہ جن کی بنیاد پر کسی ادبی تخلیق کو پرکھا جا سکے۔ تاہم ان کی مختلف تحریرات سے ان کے تنقیدی نظریہ کا تعین مشکل نہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے عقاد کو انگریزی ادب و تنقید پر کامل عبور حاصل تھا اور ان کے ہاں تنقیدی اصول بھی وہی ہیں جو انگریزی تنقید کے ہیں۔ عقاد کو انگریز نقاد ولیم ہازلٹ سے بڑا شغف تھا اور ان کی تنقید سے بہت متاثر ہوئے۔ عقاد اور ہازلٹ میں بڑی قریبی مشابہت بھی ہے جس طرح ولیم ہازلٹ کے نشتر تنقید سے کوئی نہ بچ سکا اسی طرح عقاد نے بھی سب پر تنقید کے تیر برسائے ہیں۔ عقاد کے ہاں ایک خاص بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ جب بھی کسی ادیب یا شاعر نے عقاد پر تنقید کی اس پر وہ تمام تیر و ترکش لے کر یوں برس پڑے کہ یا تو وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور یا پھر میدان چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے گوشۂ گمنامی میں جا پڑا۔

فلسفیانہ تصانیف

عقاد کی نثری نگارشات میں فلسفیانہ تصانیف کو نظر انداز کرنا مشکل ہو گا۔ عقاد کو خدا نے فلسفیانہ صلاحیتیں پیدائشی طور پر ودیعت فرمائی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام تحریروں میں فلسفیانہ عنصر ہر جگہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجود ہے اور بڑی شدت کے ساتھ موجود ہے - عقاد نے جدید و قدیم فلسفہ کا بڑا گہرا مطالعہ کیا اور مسلم فلاسفہ کے حالات و افکار پر کئی تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن میں "ابن رشد" اور "ابن سینا" دو بڑی ہی قابلِ قدر کتابیں ہیں -

اس سلسلے کی ایک اور تصنیف بھی قابلِ ذکر ہے اور وہ ہے "اللہ" اس کتاب میں عقاد نے آغاز سے لے کر آج کے سائنسی دور تک مختلف زمانوں میں مختلف اقوام و مذاہب کے ہاں عقیدۂ الوہیت کے تاریخی ارتقا کا ایک محققانہ جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ خالقِ کائنات کو جس طرح قرآن کریم نے پیش کیا ہے جدید و قدیم زمانوں میں کسی فلسفی یا مذہب نے پیش نہیں کیا -

شاعری

عباس محمود العقاد جدید عربی ادب کے عظیم شعرا میں سے ہیں، جس طرح وہ نثر نگاری میں ایک منفرد اسلوب نگارش کے مالک ہیں اسی طرح شاعری کے میدان میں بھی ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں بلکہ وہ تو ایک مستقل دبستانِ شعر کے بانی اور امام بھی ہیں، عقاد کی شاعری میں قدیم اور جدید کا حسین امتزاج موجود ہے، وہ عربی شاعری میں تجدد کے علمبردار ہیں مگر وہ تجدد نہیں جو عربی شاعری کے اوزان سے فرار کی بنیاد پر قائم ہے اور جس میں عامی اور سوقیانہ الفاظ کی بھرمار ہے - وہ معانی میں تجدد کے قائل ہیں اور فصاحتِ الفاظ اور اوزان و عروض کو عربی شاعری کے حسن و رعنائی میں سے شمار کرتے ہیں -

اس میں شک نہیں کہ شاعری ایک خداداد صلاحیت اور عبقریت کا نتیجہ ہے اور "شاعری جزویست از پیغمبری" کے مصداق افکار و خیالات کے چشمے شاعر کے ذہن خلاق سے پیدا ہوتے ہیں مگر علوم و آداب کا مطالعہ اور مشاہدۂ فطرت شاعری کے بیسے سونے پر سہاگے کی حیثیت رکھتا ہے - تاریخ شاہد ہے کہ کم علم شعرا کی نسبت علوم و معارف اور آداب و فنون سے کامل طور پر بہرہ ور شعرا نے عظیم الشان شعری تخلیقات پیش کی ہیں جو بلاشبہ نسل انسانی کی مقدس میراث اور تاریخ انسانی کے انمٹ اور غیر فانی نقوش ہیں - عقاد بھی شعرا کے اسی عظیم گروہ سے تعلق رکھتے ہیں -

عقاد کی شخصیت کے تشکیلی عناصر میں سے ان کی "مصریت" اور "عربیت" بہت ممتاز ہے اور ان میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک عرب جبلت میں داخل ہیں، خودداری و مستقل مزاجی، جرأت و ہمت اور جمہوریت و آزادی سے بے پناہ محبت کے علاوہ فصاحت و بلاغت اور ادب و شعر کی اعلیٰ صلاحیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی شخصیت میں بدرجۂ اتم موجود ہے مگر انھوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی شاعرانہ شخصیت کی مکمل تعمیر کے لیے کچھ اور عناصر کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ایک طرف تو وہ قدیم عرب شعرا کے ذخائرِ شعر سے پوری طرح مستفید ہوئے اور دوسری جانب مغربی شعرا کے افکار و خیالات سے بھی ذہنی غذا حاصل کی اور خاص طور پر انگریزی ادب و تنقید کا تو انھوں نے بہت وسیع اور گہرا مطالعہ کیا ہے کیونکہ وہ انگریزی خوب جانتے تھے اور انگریزی ہی کی مدد سے انھوں نے دوسری مغربی زبانوں کے ادب کا مطالعہ کیا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مغربی شعرا کے رنگ میں رنگے گئے یا قدیم عرب شعرا کی تقلید شروع کر دی۔ انھوں نے عربی اور مغربی شاعری کے ذخائر کا گہرا مطالعہ تو ضرور کیا مگر اپنی شعری تخلیقات میں آزاد ہیں۔ ان کے کلام پر قدیم عربی شعرا یا مغربی شعرا کی چھاپ کہیں نظر نہیں آتی۔ بات دراصل یہ ہے کہ عقاد ایک عظیم عبقری ہیں، ایک مضبوط، وسیع، گہری اور آزاد قوتِ فکر اور خلاق ذہن کے مالک ہیں۔ ایسی شخصیت پر دوسروں کے افکار کا اثر مشکل سے ہی ہوتا ہے اور اگر ہو بھی تو اس کی نشان دہی مشکل سے ہو سکتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ ایک وسیع و عمیق بحرِ مواج میں چھوٹے چھوٹے دریا آ کر گرتے تو ہیں مگر اپنا تشخص کھو بیٹھتے ہیں اور سمندر کی پنہائیوں میں ان کے قطرۂ آب کی نشان دہی ناممکن ہو جاتی ہے۔

شعر و شاعری کے متعلق نظریہ

عقاد شعر کے بارے میں ایک مستقل اور واضح نظریہ رکھتے ہیں۔ رسالہ "الکتاب" قاہرہ کے شمارہ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں انھوں نے ایک مقالہ لکھا جس میں انھوں نے شعر و شاعری کے متعلق اپنی آرا کی وضاحت کر دی ہے۔ مختصراً یہ کہ:

(۱) شعر و شاعری کا تعلق انسانی اقدار سے ہے نہ کہ لسانی اقدار سے۔ کیوں کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر زندہ زبان میں یہ موجود ہے اور کسی قوم یا زبان سے خاص نہیں۔ جب شعر اعلیٰ درجے کا ہوگا وہ خواہ کسی زبان میں ہو، اعلیٰ اور عمدہ ہی معلوم ہوگا حتیٰ کہ جب اس کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے گا تو اس کی معنوی خوبی قائم رہے گی بشرطیکہ مترجم کی شخصیت باعتبار فکر و فصاحت شاعر کے ہم پلہ ہو، جیسا کہ فیٹزجیرالڈ کے ترجمہ رباعیات عمر خیام کی صورت میں ہمارے پاس زندہ مثال موجود ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) قصیدہ ایک وحدت شعری اور زندہ جسم کا نام ہے منتشر ٹکڑوں اور بے ربط اجزا کا نام قصیدہ نہیں شاعر کے قصیدہ میں بلحاظ افکار و معانی کوئی تفاوت یا بے ربطی نہیں ہونی چاہیے۔

(۳) شعر ترجمانی کا نام ہے جو شاعر اپنی ذاتی ترجمانی پر قادر نہیں وہ شاعر کہلانے کا مستحق نہیں وہ تو ایک محض کاریگر ہے جو الفاظ جوڑنا جانتا ہے اور بس۔ اس لیے جب تم کسی شاعر کے دیوان کا مطالعہ کرو اور اس سے اس کی شخصیت کو نہ پہچان سکو اور اس کا کلام اس کی شخصیت کا آئینہ دار نہ ہو تو اسے شاعر کی بجائے ترکیبِ الفاظ کا ماہر سمجھو۔

عقاد کی اپنی شاعری ان کے اس مقرر کردہ معیار پر پوری اترتی ہے، عربی شاعری کے باوا آدم امرؤ القیس سے لے کر جدید عربی شاعری کے اولین شعرا مثل محمود سامی البارودی اور احمد شوقی تک کسی کے ہاں قصیدہ میں وحدت موجود نہیں بلکہ ہر شعر اپنی جگہ ایک مستقل وحدت ہے حتیٰ کہ اگر شعر کو آگے پیچھے کر دینے یا الٹ دینے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا مگر عقاد نے عربی قصیدے کو وحدت و ترتیب عطا کی ہے۔ اسی طرح عقاد کی شاعری ان کی اپنی شخصیت کی آئینہ دار بھی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مجموعۂ شعر کے مقدمے میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس مجموعے میں عقل و خرد کی باتوں کے ساتھ حماقت و غباوت، امید و رجا کے ساتھ یاس و قنوطیت اور محبت و الفت کے ساتھ نفرت و حقارت کے جذبات بھی موجود ہیں، یہ میری اپنی زندگی کا آئینہ ہے اور میرے ذاتی تجربات و احساسات کا ترجمان ہے۔

موضوعات اور مجموعے

عقاد کی شاعری کے موضوعات کا سلسلہ بڑا طویل ہے۔ ان کی شاعری میں قومیت و وطن پرستی، قصص و حکایات، مناظرِ فطرت جیسے سمندر، تاریخی عمارات، ہرے بھرے کھیت، درخت اور پھول، عشق و محبت، طنز و مزاح اور فلسفیانہ افکار سب موجود ہے۔ عقاد کی شاعری کا ایک خاص قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ وہ بدفالی اور تشاؤم والے مکتبِ فکر سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں جو زمانہ اور اہلِ زمانہ سے ہمیشہ بدگمان رہتے ہیں اسی لیے انھیں قدیم عرب شعرا میں سے عباسی دور کا شاعر ابن الرومی بہت پسند ہے۔

عقاد کے اہم مجموعاتِ شعر یہ ہیں: "کتاب الدیوان"، "وحی الاربعین"، "ہدیۃ الکروان"، "اعاصیر مغرب"، اور "بعد الاعاصیر"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند اشعار

عقاد کے مندرجہ ذیل چند اشعار کو اس کی شاعری کا نمائندہ تصوّر کرنا تو ناانصافی ہوگی البتہ ایک معمولی سا اندازہ ضرور ہو جائے گا۔

زبانِ حسن و جمال

(۱) یَا مَنْ اِلَی الْبُعْدِ یَدْعُوْنِیْ وَیَهْجُرُنِیْ — أَسْکِتْ لِسَانًا اِلٰی لُقْیَاكَ یَدْعُوْنِیْ

(۲) أَسْکِتْ لِسَانَ جَمَالٍ فِیْكَ أَسْمَعُهٗ — فِیْ کُلِّ یَوْمٍ بِأَنَّ الْقَالَ یُغْرِیْنِیْ

(۳) أَبِالْجَمَالِ تُنَادِیْنِیْ وَتَجْذِبُنِیْ — وَبِالْمَقَالِ تُجَافِیْنِیْ وَتُقْصِیْنِیْ؟

(۴) هَیْهَاتَ لَسْتُ بِسَالٍ عَنْكَ مَا نَطَقَتْ — فِیْكَ الْمَحَاسِنُ فَانْظُرْ کَیْفَ تُسْلِیْنِیْ

(۵) أَعْصَاكَ أَعْصَاكَ لَا آلُوْكَ مَعْصِیَةً — وَلَسْتُ أَعْصِیْ جَمَالًا فِیْكَ یُحْیِیْنِیْ

۱- اے کہ مجھے دُوری کی دعوت دیتا ہے اور مجھ سے جُدا ہوتا ہے! اس زبان کو کبھی خاموش کر دے جو مجھے تیری ملاقات کے لیے پکارتی ہے۔

۲- اپنے حُسن کی زبان کو خاموش کر دے جو میں برابر سنے جا رہا ہوں اور جو مجھے تیری ملاقات پر اُکسا رہی ہے۔

۳- واہ! اپنے حُسن کے ذریعے تو تو مجھے بُلاتا ہے اور اپنی طرف کھینچتا ہے اور زبان سے مجھے جدائی اور دُوری کے لیے کہتا ہے!

۴- ہرگز نہیں، جب تک تیرا حُسن گویا ہے اس وقت تک میں کبھی صبر نہیں کروں گا۔ اب یہ فیصلہ تیرا کام ہے کہ تو مجھے کیونکر تسلی اور سکون دیتا ہے۔

۵- ہاں تو میں تیری بات تو کبھی نہیں مان سکتا، البتہ تیرے حسن و جمال کی بات ضرور مانوں گا جو مجھے زندگی بخشتا ہے۔

اتفاقِ آرا

(۱) مَا کَثْرَةُ الْمُثْبِتِیْنَ الْأَمْرَ تُثْبِتُهٗ — وَلَا بِقِلَّتِهِمْ لِلْحَقِّ اِیْهَانُ

(۲) فَاِنَّ أَلْفَ ضَرِیْرٍ لَیْسَ یَعْدِلُهُمْ — بِالْمُبْصِرِ الْفَرْدِ یَوْمَ الشَّكِّ مِیْزَانُ

۱- تائید و ثبوت پیش کرنے والوں کی کثرت کسی بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں اور نہ تائید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والوں کی قلت سے حق و صداقت کی توہین اور رسوائی ہو سکتی ہے ۔

۲- کیونکہ ایک ہزار اندھے ایک تنہا صاحب عقل و بصیرت کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے ۔

کیا خوب فرمایا شاعرِ اسلام اقبال علیہ الرحمہ نے :

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید !

پیغمبر انسانیت

از: مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی

سیرت نبوی پر یہ کتاب بالکل اچھوتے زاویۂ نظر سے لکھی گئی ہے جس میں صرف واقعات درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے ۔ بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے تمام مراحل میں انسانی اقدار کی کیسی اعلیٰ محافظت فرمائی ہے ۔

صفحات ۶۳۲ —— ۱۰ روپے

اسلام کا نظریۂ اخلاق

از: محمد مظہر الدین صدیقی

قرآن اور احادیث کی روشنی میں اخلاقی تصورات، ان کے نفسیاتی اور علمی پہلوؤں کی عالمانہ تشریح ۔

صفحات ۵۳ —— ۱/۲۵ روپے

ملنے کا پتہ : سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com